مولوی محمد ضیاالحق (بی۔اے آنرز)
متعلم دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک

یہود قرآنِ کریم میں

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ دینِ اسلام کا پودا بڑی بڑی قربانیوں کے پاک خون سے پھلا پھولا۔ ہر عصر میں اس کی بیخ کنی کے لئے طاغوتی طاقتوں نے اپنی چوٹی کی طاقت صرف کی۔ لیکن ہر دفعہ ان کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ مظلوم پودا اپنی بے بضاعتی کے بغیر محض نصرتِ خداوندی سے برگ وبار لاتا رہا ——— موجودہ دور میں یہود اور اہلِ اسلام کی کشمکش بھی درحقیقت انہی سابقہ روایات کی ورق گردانی ہے۔ اور عہدِ سلف کا ہلکا سا منظر ہے جس نے اہلِ اسلام کے سامنے ان کے اسلاف کی مقدس زندگی کی مکمل تصویر کھینچ دی۔ اہلِ اسلام کو ان کے روایتی دشمن کے ناپاک عزائم سے آگاہ کر دیا جس دشمن نے ابتدائے اسلام سے لے کر عصرِ حاضر تک اسلامی پودے کے استیصال کے لئے ہر حربہ بروئے کار لایا ———

تاریخ کا درس مکرر مسلم یہودی پیکار یکسر
ارضِ عرب کا یہ معرکہ عہدِ سلف کا ہلکا سا منظر
دستِ علیؓ اور حلقوم مرحب کا سینہ اور پائے حیدر
یہ جنگ خیبر یہ جنگ خیبر اللہ اکبر اللہ اکبر

یہود کی سیاہ تاریخ کا کافی حصہ قرآنِ کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم نے یہود کی دینی۔ دنیوی خباثتوں اور منعمِ حقیقی سے اعراض کی مکمل تصویر کھینچی ہے۔ اور اہلِ اسلام کو ببانگِ دہل بتا دیا ہے کہ اس قوم کی نفس پرستی نے نہ صرف ان کو اہلِ اسلام کے خلاف کیا بلکہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام کے پیش کردہ دین کی بھی تکذیب کی۔ انبیائے کرام کو اشاعتِ دین کی پاداش میں انہوں نے شہید کیا۔ اور بیت المقدس کے ممبر پہ انبیاء کے پاک خون سے ایسی ہولی کھیلی جسکی مثال کسی قوم کی تاریخ میں نہیں مل

سکتی۔ قرآن کریم اس حقیقت کی نقاب کشائی ان الفاظ سے کی: ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون۔ یعنی بنی اسرائیل نے انبیاء کرام کی ایک کثیر تعداد کی تکذیب کی اور اشاعت دین کے سلسلے میں ہر قسم کی رخنہ اندازیاں کیں۔ اس ظالم قوم کا کام یہاں تک ہی محدود نہ رہا بلکہ انہوں نے انبیاء کرام کی ایک کثیر تعداد کو اپنے نجس ہاتھوں سے شہید بھی کیا۔

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت یہ قوم اپنے ہمعصروں پر ہر لحاظ سے فائق تھی۔ اور انی فضلتکم علی العالمین کے خطاب سے مخاطب تھی۔ قرآن کریم سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ اللہ میاں نے اس قوم کو بڑے ناز و اکرام سے پالا۔ ان کی آسائش کے لئے مختلف انعامات دئے۔ ان کے بیجا اور ناجائز مطالبات پر بھی ان کو معاف کیا۔ کبھی انہوں نے ذبح بقرہ سے بچنے کے لئے مختلف سوال کئے۔ مثلاً کبھی گائے کی نوع کے متعلق سوال کیا اور کبھی رنگ و عمر کے متعلق سوالات اٹھائے۔ لیکن اللہ نے ان کی ہر گستاخی کو قلم عفو کے نیچے دبا دیا۔ اور ان کے ہر سوال کا نہایت صاف جواب دیا۔ اور بادل نخواستہ ان کو ذبح بقرہ پر آمادہ کیا۔ حالانکہ ذاتی طور وہ اس حکم کی تعمیل کے لئے ہرگز تیار نہیں تھے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: فذبحوھا وما کادوا یفعلون۔ "انہوں نے گائے کو ذبح کر دیا لیکن دل سے وہ اس پر آمادہ نہیں تھے۔"

اور کبھی انہوں نے من و سلویٰ جیسی عظیم نعمت کو معمولی چیزوں۔ مثلاً ککڑی۔ پیاز۔ مسور کی دال سے بدلنے کا سوال محض عناد اور سرکشی سے کیا۔ حالانکہ ان کو یہ خوب معلوم تھا کہ ان معمولی چیزوں کو اس نعمت عظیم کے مقابلے میں لینا عناد اور سرکشی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم نے استفہام انکاری سے اس حقیقت کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا۔ اتستبدلون الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر۔ "اچھا کیا تم ان معمولی چیزوں کو ایک عظیم نعمت کے مقابلہ میں لینا چاہتے ہو۔ حالانکہ تم کو تو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

کبھی انہوں نے اپنے عظیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کو اپنی ناشائستہ حرکات سے عین اس وقت مجروح کیا جب کہ فرعون کا لشکر ان کے عقب میں بحیرہ قلزم کی جانب برابر بڑھ رہا تھا۔ انہوں نے بحیرہ قلزم کے ساحل پر پیغمبر کی موجودگی میں خدا سے مایوسی اور ناامیدی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ توبہ ہی بھلی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر چند ان کو نصرت خدا کی یقین دہانی کرائی اور ان معی ربی سیھدین کی کلام سے مخاطب کیا لیکن روتے چہرے کہاں سنبھل سکتے تھے۔

المختصر جب یہود نے اپنی سرکشی کو مسلسل جاری رکھا اور جب ہر طرح سے انہوں نے اپنی

فطرتی استعداد کو ختم کر دیا۔ تو اللہ نے ان کو اس کی پاداش میں مختلف قسم کے عذاب دئے ۔۔۔ ع

نازکی کے راست آید بار می آیند کشید

ان کو اطرافِ عالم میں بکھیر دیا۔ اور ان کے آزادی کو سلب کر کے انہیں مختلف اقوام کا غلام بنایا۔ کبھی ان کو صحابہ کرامؓ کے مقدس ہاتھوں سے عذاب دے کر ہجرت نبوی سے پہلے اوس وخزرج پر انکی دینی، دنیوی برتری کو محض خواب خیال بنا دیا۔ کبھی ان پر بابل سے بخت نصر کو مسلط کر کے بیت المقدس میں ان کے ناپاک خون سے ایسی ہولی کھلوائی جیسی کبھی کسی زمانے میں ان کے آبا و اجداد نے انبیاء کے پاک خون سے بیت المقدس میں کھیلی تھی۔ اور کبھی ان پر جرمن سے ہٹلر کو ایک مہیب عذاب کی شکل میں مسلط کیا جس نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجائی اور اللہ نے ان کی ناپاک چربیوں سے جرمن کے کارخانوں میں صابن بنوایا۔

قرآن کریم اس حقیقت کی نقاب کشائی ان الفاظ میں کرتا ہے: ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ وباؤا بغضب من اللہ۔ "اور ڈال دی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور پھرے اللہ کا غضب لیکر۔" والذلۃ الذل والصغار والمسکنۃ الفقر۔ (قرطبی ص۴۳۰ ج۱) "ذلت سے مراد رسوائی اور المسکنۃ سے مراد فقر و احتیاج ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانی اور ضد وعناد کی وجہ سے بنی اسرائیل پر ذلت و رسوائی اور تنگدستی و محتاجی ہمیشہ کے لئے مسلط کر دی گئی دنیا میں یہاں بھی ہے یہ قوم ذلیل وخوار فقیر و محتاج۔ اگر ان میں دولتمند ہیں بھی جیسا کہ آج کل امریکہ میں یہود مالدار ہیں تو گنتی کے چند افراد ہیں۔ عوام الناس کا شمار جس طرح پہلے دنیا کی مفلس ترین اقوام میں ہوتا تھا اب بھی مفلس و محتاج ہیں۔ اور باؤ کا معنی استحقوا اور استوجبوا کے ہیں۔ (کبیر ص۵۴۶ ج۱) (ابن کثیر ص۱۰۲ ج۱) یعنی قوم بنی اسرائیل کفر و عصیان اور قتل انبیاء کرام کی وجہ سے غضب الٰہی کی مستحق ٹھہری۔

اہل اسلام اور یہود کی موجودہ جنگ میں جو وقتی فتح اسباب مادیہ کے سلسلے میں یہود کو ہوئی ہے۔ اس سے بعض مستشرقین اور کج فہم حضرات نے قرآن کریم کے خلاف ایک نیا ایجی ٹیشن قائم کیا ہے۔ اور اس پروپیگنڈے کو ہر جگہ ہوا دے رہے ہیں۔ تو جی یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ یہودی مغضوب خدا ہیں۔ اور ان پر ہمیشہ کے لئے ذلت و فقر مقرر ہے۔ لیکن آج یہودی ایک مستقل ریاست کے مالک ہیں۔ اور انہوں نے اہل اسلام کے ناک میں دم کر رکھا ہے۔"

میرے خیال میں ان کا یہ پروپیگنڈہ صرف ان قلوب میں کارفرما ہو سکتا ہے۔ جو ان کی طرح

کج فہم اور ظاہر بین ہوں جن کو قرآنی مفہوم سے دور کی بھی نسبت نہ ہو۔ اس کے علاوہ وہ قلوب جو ایمان محکم سے معمور ہیں اور جن میں پختہ یقین اور شغف قرآنی موجود ہے، مطلقاً اس پروپگنڈہ سے متاثر نہیں ہو سکتے خود قرآن کریم سورہ بقرہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر القرآن یفسر بعضہ بعضاً (کہ قرآن کا بعض حصہ بعض کی تفسیر کرتا ہے) کے قاعدہ کے مطابق سورہ آل عمران میں ان الفاظ سے کرتا ہے ۔

ضربت علیہم الذلۃ این ما ثقفوا الا بحبل من اللّٰہ وحبل من الناس وباؤ بغضب من اللّٰہ وضربت علیہم المسکنۃ ۔ (نزول کے اعتبار سے سورہ بقرہ ۸۰ اور سورہ آل عمران ۸۹ درجہ رکھتی ہے)

ترجمہ :" ماردی گئی ان پر ذلت جہاں بھی دیکھے جائیں سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا لازم کردی گئی ان کے اوپر محتاجی اور حاجتمندی "

حبل کے معنی عہد اور ذمہ کے ہیں ۔ الحبل العہد والامۃ (مدارک ص۱۳۴ ج۱) اور حبل من اللہ سے مراد عقد ذمہ اور ادائے جزیہ ہے ۔ اور حبل من الناس سے لوگوں کیطرف سے امان نفس اور حفاظت مال وغیرہ کا عہد مراد ہے ۔

ای بذمۃ من اللّٰہ وھو عقد الذمۃ لھم وضربت الجزیۃ علیہم والزامھم احکام الملۃ وحبل من الناس ای امان منھم لھم کما فی المعاھد ۔ (ابن کثیر ص۳۹۶ ج۱) ـــــ حاصل یہ کہ یہود پر انفرادی طور پر ذلت اور رسوائی مسلط کر دی گئی اور قرآن کی مذکورہ دو صورتوں کے علاوہ نہ ان کا مال محفوظ ہے اور نہ جان ۔ اور نہ ان کو وقار و عزت کی زندگی نصیب ہے ۔

اول یہ کہ وہ کسی مسلم حکومت کے ذمی بن کر رہیں اور ان کو جزیہ ادا کریں اور اسطرح وہ حقوق ذمہ حاصل کرلیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کئے ہیں ۔

دوم یہ کہ کسی دوسری قوم سے دوستی نصرت، مدد کا معاہدہ کرلیں ۔ اور اس طرح ان کو زندگی میں کچھ چین نصیب ہو جائے ۔ اور ان دو صورتوں کے سوا دنیا میں نہ ان کو خود مختار حکومت قائم ہو سکتی ہے ۔ اور نہ ہی ان کا مال وجان محفوظ ہو سکتا ہے ۔ آج اگر دنیا کے ایک مختصر سے حصے میں یہودیوں کی ایک مختصر سی حکومت قائم ہوگئی تو در حقیقت کا اپنا کوئی وجود نہیں ۔ اور انفرادی طور پر ان کو کوئی وقعت حاصل نہیں جو کہ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ ۔ کا مقتضیٰ ہے ۔ بلکہ وہ حکومت حبل من الناس کے تحت امریکہ اور برطانیہ کے سہارے جی رہی ہے ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کی حکومت کا قیام مغرب کے عیار جوئے بازوں کے ذاتی مفادات کا نتیجہ ہے ۔ اور کچھ نہیں ۔ امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں اپنے مخصوص سیاسی اور اقتصادی مفادات کے پیش نظر یہ کاغذی ڈھانچہ کھڑا کر دیا ہے ۔ اسکی اپنی

کوئی طاقت نہیں اور نہ ہی اسکی کوئی خودمختار پالیسی ہے۔ اگر آج امریکہ اور برطانیہ اسکی امداد سے دست کش ہوجائیں تو سورج ڈھلنے سے پہلے اسرائیلی حکومت کی ہڈی پسلی نہ ملے۔

سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی مذکورہ آیتوں کا باہمی موازنہ کرنے سے قرآن کریم کا صحیح مقصد معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن اسرائیل کی منفرد حکومت اور ان کی آزاد پالیسی کی نفی کرتا ہے۔ باقی اس کے علاوہ اگر بنی اسرائیل کو دنیا کے نقشہ میں چھوٹی سی حکومت حبل من الناس کے تحت نصیب ہوجائے تو قرآن اسکی نفی نہیں کرتا۔ جیساکہ کج فہم اور مستشرقین نے ظاہر بین نظروں سے سمجھا ہے۔

موجودہ جنگ میں وقتی طور پر جو فتح یہود کو ہوئی تو اس سے اہل اسلام کو قطعاً دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ تو زمانے کے تغیرات ہیں۔ جو اسباب مادیہ پر یکے بعد دیگرے مرتب ہوتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے:

تلک الایام نداولها بین الناس۔ "ایام دنیا کو ہم اقوام میں بدلتے رہتے ہیں"

آج جن تین میدانوں میں معرکہ ایمان وکفر برپا ہے۔ انہی تین میدانوں میں پہلے بھی کسی وقت کفر و اسلام کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ یہ العریش کا وہی میدان جنگ ہے جہاں برسوں پہلے حضرت عمرو بن عاصؓ نے عزیز مصر کے رومی لشکر جرار کو شکست فاش دے کر قاہرہ کی فضاؤں میں اسلام کا سبز ہلالی پرچم لہرایا تھا۔ خلیج طبریہ کا ساحل وہی میدان جنگ ہے یہاں اب سے چھ سو سال پہلے غازی سلطان صلاح الدین ایوبی نے بزدل رچرڈ کا غرور ہمیشہ کے لئے خاک میں ملا دیا۔ دریائے یرموس کا ساحل جہاں متحدہ عرب جمہوریہ کے جیالے سپاہی اسرائیلیوں کے ناپاک جسموں کو چھلنی کرنے کیلئے مستعد و منتظر ہیں۔ یہی وہ ساحل ہے جہاں پر شیر دل خالد بن ولید نے اپنے گنتی کے چند سرفروشوں کے ساتھ قیصر ہرقل کی ڈھائی لاکھ فوج کی لاشوں پر اسلام کا فلک بوس پرچم گاڑا تھا ـــــ ان میدانوں نے پہلے بھی فاتح عربوں کے قدم چومے تھے۔ یہ میدان اب کی بار بھی فاتح عربوں کے قدموں تلے ہوکر رہیں گے۔ انشاء اللہ ـــــ یہ درست ہے کہ فرعون بحیرہ قلزم میں غرق ہوگیا تھا۔ اور اب بھی قلزم کی موجیں اس دور کے فرعونوں لئے بھوکی ہیں ـــــــ۔۔

صفحہ سے آگے:

جماعت فلاحین کی کوششوں کو دخل نہیں ہے۔ سماٹرا، ملایا اور جاوا میں جو توحید کی گونج ہے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ وہ شیخ عبداللہ عارف، سید برہان الدین، شیخ عبداللہ الیمنی، مولانا ملک ابراہیم، اور شیخ نورالدین ایسے نفوس قدسیہ کی مساعی حسنہ کا ثمرہ جمیل ہے ـــــ۔۔